امام العادلین حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کی رائے و حکم پر ملحدین و معترضین
کے اٹھائے گئے سوالات کا جوابِ کافی و شافی

محمد کاشف اقبال
شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف گجرات

الحکمۃ الکاملۃ
في معاملۃ الازواج وسیدنا علي والفاطمۃ
محمد کاشف اقبال

عنوان: اَلْحِكْمَةُ الْكَامِلَةُ فِي مُعَامَلَةِ الْأَزْوَاجِ وَسَيِّدِنَا عَلِيٍّ وَالْفَاطِمَةِ

مصنف: محمّد کاشف اقبال

نظرِ ثانی: محمد عرفان مغل

اشاعت: اوّل، جون ۲۰۱۹ / شوّال المکرم ۱۴۴۰ھ

قیمت: -/50روپے

AL-HIKIMAH AL-KAMILAH
FI MU'AMALAT-Z-ZIWAJ WA SAYEDNA ALI WA AL-FATIMA

By: MUHAMMAD KASHIF IQBAL

Reviewed by: Muhammad Irfan Mughal

First Edition: JUNE 2019

Price: Rs.50/-

ISBN: 978-969-7936-05-2

آفس 4، وقار پلازہ، گلی 67، ایف ٹین 3، اسلام آباد۔ 0318-0539753
GTIslami@gmail.com Facebook.com/GTISlami

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

حضور سید العالمین اِمام الانبیاء والمرسلین

سیدنا محمد حبیب اللہ ﷺ کے نام۔

اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ربُّ العزت

آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی

معرفت سے ہمارے قلوب

کو منوّر فرماتا رہے۔

فہرستِ مضامین

تبصرہ وتاثرات

از: پروفیسر ڈاکٹر زاہد انور نقشبندی مجددی،

یونیورسٹی آف گجرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

زیر نظر تحقیقی مقالہ "الحکمۃ الکاملۃ" پڑھنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ قبلہ محمد کاشف اقبال قادری نے سیدی محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی رائے اور حکم کے حوالے سے ملحدین و معترضین کے اٹھائے گئے اعتراضات و سوالات کے کافی و شافی جواب دیئے ہیں۔ عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے صادر ہونے والے وہ افعال مبارکہ جو کہ آپ ﷺ نے بحکم الہی سرانجام دیئے ہیں، ان کو منفی انداز میں پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک شبہات پیدا کیے جائیں۔

بنیادی طور پر یہ ہر دور کا ہی فتنہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو سامنے رکھ کر منافقین و کفار اعتراضات کیا کرتے تھے مگر عصر حاضر میں سوشل میڈیا کی وجہ سے ان فتنوں کا ظہور زیادہ شدت سے ہو رہا ہے۔ جس کے اثرات عوام تک پہلے سے زیادہ شدت سے پہنچ رہے ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ عزوجل مصنف نے ان اعتراضات کے بہت کافی وشافی جوابات دیئے ہیں۔ اس رسالہ کو پڑھ کر محسوس ہو گا کہ یہ جواب لکھے نہیں، لکھائے گئے ہیں اور اس رسالہ کا ایک مختصر سے وقت میں، اتنی جلدی شائع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسالہ مقبولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ میں مصنف کو دعا دینے کی بجائے یہ کہوں گا کہ اس رسالہ کو سامنے رکھ کر ہمارے لیے بھی دعا فرمایئے۔

۴جون۲۰۱۹ء ڈاکٹر زاہد انور
گجرات

تاثرات (2)

صاحبزادہ محمد عاصم مہاروی چشتی
میر مرابط، آستانہ عالیہ مہار شریف چشتیاں

قابل تحسین، بہت اعلی، میں نے مکمل پڑھا، مدلل،
بہت خوشی ہوئی اور ڈھیروں دعائیں،
میرے کریم یقینا آپ سے بہت خوش ہوں گے۔۔۔دل گواہی دیتا ہے۔

تاثرات (3)

حضرت علامہ مولانا چمن زمان قادری
شیخ الجامعۃ، جامعۃ العین سکھر

ماشاءاللہ (جل جلالہ) بہت بہت خوب۔ اس میں محض عقلی باتوں سے
اور مثالوں کے ذریعے خاموش کروادیا جائے تب بھی کافی ہے
لیکن آپ نے بہت شاندار لکھا۔

مقدمہ

استاذ العلماء، محققِ زماں علامہ نفیس احمد قادری مصباحی
استاذ علوم اسلامیہ و عربیہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حامداً و مصلیاً و مسلماً

قدیم زمانے سے ہی کچھ ایسے لوگ رہے ہیں جو مختلف بہانوں سے حضور سید المرسلین، محبوب رب العالمین ﷺ کی ذات والاصفات اور آپ کی سیرت و کردار کو اپنی رکیک اور اوچھی تنقیدوں کا نشانہ بناتے رہے ہیں، وہ لوگوں سے اپنی باتیں منوانے اور انھیں اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے بڑی چابک دستی سے کام لیتے ہیں، اور اس کے لیے کچھ ایسے اسلامی اصولوں کو بنیاد بناتے ہیں جو عام لوگوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ پھر خوب ملمع سازی کر کے اور نمک مرچ لگا کے پر کشش انداز میں انہیں پیش کرتے اور یہ دکھانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ خود پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اور ان کے اخلاق و اعمال ان پر پورے نہیں اترتے۔ ایک عام انسان ان کی لچھے دار باتوں میں آکر اس عام کسوٹی پر سرکار اقدس ﷺ شخصیت کو پرکھنے لگتا ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے خاص بندوں: انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے لیے کچھ خاص احکام بھی رکھے ہیں۔ انہیں ہر چیز میں عام اصول اور عام کسوٹی پر پرکھنا یا تو نادانی ہے یا شرارت۔

دنیوی حکومتوں میں بھی حُکّام اور ارباب مناصب کے لیے کچھ خاص احکام اور

علاحدہ اصول ہوتے ہیں، جن میں ملک کے عام شہری شامل نہیں ہوتے۔ اب اگر کوئی شخص اس خاص صورت حال کو نظر انداز کرتا ہے اور عام اصولوں کو بنیاد بنا کر ان حُکّام پر اور ارباب مناصب پر اعتراض کرتا ہے تو اُسے ملکی قوانین سے ناواقف اور نادان یا شریر اور ضدی ہی سمجھا جاتا ہے۔

سرکار اقدس ﷺ کی ذات گرامی تو بہت بلند و بالا ہے، وہ انبیاء و مرسلین کے سردار اور رب العالمین کے محبوب والا تبار ہیں، اللہ تعالی نے انہیں بے مثال بنایا ہے۔ ان کی نظیر محال ہے۔ انہیں گوناگوں خصائص و امتیازات سے سرفراز فرمایا ہے۔ علمائے اسلام نے خصائصِ مصطفی ﷺ کے موضوع پر مختلف کتابیں تصنیف فرما کر امت کو آپ ﷺ کے ان خصائص سے آگاہ کیا ہے۔ امام عزالدین عبد السلامؒ کی 'بدایۃ السُّول فی تفضیل الرسول' علامہ ابن ملقنؒ کی 'غایۃ السول فی خصائص الرسول' حافظ ابن حجرؒ عسقلانی کی 'الانوار بخصائص النبی المختار' حافظ سیوطیؒ کی 'الخصائص النبویۃ الکبری' اور 'انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب' اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ ایسے شوریدہ فکر لوگوں کو ان کتابوں کا مطالعہ کرکے اپنی باطنی بیماری کا علاج کرنا چاہیے۔

ان خصائص و امتیازات کے ہوتے ہوئے سید المرسلین ﷺ کی سیرت و کردار پر اعتراض کرنا درحقیقت اللہ تعالی پر اعتراض کرنا ہے کیونکہ اسی کی بارگاہ عالی سے انہیں یہ خصائص و امتیازات حاصل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو چشم بصیرت اور حق کی ہدایت عطا کرے اور توفیق خیر سے نوازے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک رخ ہے، دوسرا رخ یہ ہے کہ اہل ایمان، اپنی جان و مال، اہل و عیال اور ماں باپ سے کہیں زیادہ رسول اکرم ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اور حدیث نبوی ﷺ ہر دم ان کے پیش نظر رہتی ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مَنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔[1]

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ ،اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“

وہ اپنی عزت ووقار کو سرکار اقدس ﷺ کی عزت وناموس پر قربان کرنا اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتے ہیں، بقول حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ:

فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدِیْ وَعِرْضِیْ.....لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وِقَاءُ(ﷺ)

”بے شک میرے باپ دادا اور میری عزت اور آبرو سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی عزت اور آبرو کے لیے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے“

اسی لیے جب بھی کوئی شوریدہ فکر، بے توفیق کسی بھی بہانے سرور کائنات ﷺ کی مقدس ذات اور پاکیزہ سیرت و کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتا ہے، تو ایک سچے بندۂ مومن اور وفادار امتی کو یہ کسی طرح بھی گوارہ نہیں ہوتا، وہ اپنے آقا ﷺ کی سچی غلامی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اُس کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور زبان و قلم کے ذریعے اس مخالف کے لچر پوچ شبہات واعتراضات کے ٹھوس اور تسلی بخش جواب دیتا ہے، جن سے ان اعتراضات کے سارے تار و پود بکھر جاتے ہیں، جنھیں پڑھ کر اہل حق، ایمان اور اہل محبت کے چہرے نور نور اور بے توفیق باطل پرستوں کے چہرے دھواں دھواں ہو جاتے ہیں۔

(1) صحیح بخاری کتاب، الایمان، حدیث:۱۴

ع خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

اس رسالے کے مولّف محترم گرامی ڈاکٹر محمد کاشف اقبال قادری زید مجدہ (لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، گجرات یونیورسٹی) انہی سعادت مند اور وفادار امتیوں میں سے ہیں، جنہیں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے والہانہ محبت ہے، اور آقائے کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزت وناموس پر جان چھڑکنے اور مخالفین و دشمنان دین کی ہرزہ سرائیوں سے اس کی حفاظت کرنے کی توفیق ملی ہے۔ موصوف نے قرآن و حدیث کے مضبوط دلائل کی روشنی میں شوریدہ سر معترض کے تمام اعتراضات وشبہات کے تسلی بخش جوابات دے کر آقائے کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اپنی سچی غلامی کا ثبوت پیش کیاہے۔ رسالے کی زبان آسان، بیان واضح، انداز سلجھاہوااور لب ولہجہ مثبت اور عالمانہ ہے۔

ربّ کریم ان کی یہ دینی و علمی کاوش کو قبول فرمائے، اسے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ انہیں دارین کی حسنات و برکات سے سرفراز فرمائے اور مزید دینی و علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ **وما ذالك على الله بعزيز۔**

نفیس احمد قادری مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ
مبارک پور، اعظم گڑھ

مؤرخہ
۲۰/ شوال، ۱۴۴۰ھ
۲۳جون، ۲۰۱۹ء
یک شنبہ یو-پی-انڈیا

الحمدللہ الاحکم الحاکمین
والصلوۃ والسلام علی الشارع المبین بالدین
محمّد خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

کچھ عرصہ قبل سوشل میڈیا ویب سائٹ (FACEBOOK) پر علی عباس جلال پوری نامی فلسفہ کے گروپ میں ایک شخص کی طرف سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حوالے سے کچھ اعتراضانہ سوالات کیے گئے۔ سب سے پہلے ذیل میں من وعن وہ اعتراضات نقل کیے جاتے ہیں، پھر ان شاء اللہ بعونہ تعالی ان اعتراضات کے شرح وبسط کے ساتھ مدلل جوابات تحریر کیے جائیں گے۔

سوالات و اعتراضات

"اسلامی تاریخ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے ہے پیغمبر اسلام نے 9 یا 11 نکاح کیے۔ چناچہ مسلمانوں کے نزدیک حضور کیلئے اتنے نکاح کرنے کی اجازت تھی جبکہ عام مسلمان کیلئے چار۔

مگر مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے کہ جب پیغمبر اسلام کے داماد علی اس دینی حکم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عام طور پر ایک خاتوں [خاتون] کیلئے سوکن کو برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے چناچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ پیغمبر اسلام کے پاس جاتی ہیں اور

انہیں شکایت لگاتی ہیں کہ علیؓ ابو جہل کی بیٹی (جو کہ مسلمان ہو چکی تھی) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ بیٹی کی یہ بات سن کر بطور والد پیغمبر اسلام کو تکلیف ہوتی ہے چناچہ صحابہ کرام کو با قاعدہ ایک خطبہ دے کر اور ایک مخصوص فضا بنا کر اور حضرت علیؓ کو اس نکاح سے روک دیا جاتا۔ ارشاد ہوتا ہے:

"۔۔۔۔بلاشبہ فاطمہ بھی میرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی بھی اسے تکلیف دے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے ایک دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا ارادہ ترک کر دیا"

(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابۃ حدیث:۳۸۲۹)

سوال یہ ہے کہ:

1- کیا پیغمبر اسلام کے متعدد نکاح کرنے پر کیا دیگر بیگمات کو تکلیف نہ ہوتی ہو گی ؟؟؟ یقینا ہوتی تھی اور اسی سبب سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ سوکنوں والا ایک فطری رویہ بھی رکھتی تھیں جیسا کہ شہد کو خود پر حرام کرنے والا واقعہ یا عائشہؓ کا پیغمبر اسلام کی موجودگی میں ہی ایک دوسری زوجہ کے گھر سے آئے ہوئے برتن کو توڑ دینا وغیرہ۔۔

2- اپنی بیگمات کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے ہوئے خود کو

فقط ایک ہی زوجہ تک محدود کیوں نہ کیا گیا؟

3- اگر اللہ کے دشمن کی بیٹی کا علیؓ کے نکاح میں رہنا غلط تھا، آپ کی زوجہ ام حبیبہ بھی تو اللہ کے دشمن ابو سفیان کی بیٹی تھیں؟ پھر وہ کیوں آپ کے نکاح میں رہیں؟ امام نووی شرح صحیح مسّلم میں ایک متنازع حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ " صحیح روایات میں آتا ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ام حبیبہؓ سے ٦ ہجری میں حبشہ میں نکاح منعقد ہوا جبکہ ابو سفیانؓ کے ایمان لانے کا واقعہ ٨ ہجری کا ہے۔"

انہی سوالات کے نیچے کمنٹس میں اسی شخص کی طرف سے مزید کچھ سوالات پرانے سوالات میں شامل کر کے پوچھے گئے تھے:

1- اگر دین نے چار نکاح کی اجازت دی تو علیؓ کو کیوں روکا گیا ہے؟

2- ساتھ صحابہ میں خطبہ دے کر ایک جذباتی ماحول بنا دیا گیا کہ۔ فاطمہ جگر کا ٹکڑا ہے اگر اسے تکلیف پہنچی تو مجھے بھی پہنچی۔ اب ایسے ماحول میں علی جذباتی طور پر مجبور نہ ہوتے تو کیا ہوتے۔ سب صحابہ انہیں کس نظر سے دیکھتے؟

3- جب کوئی مسلمان ہو جائے تو پھر اپنے کافر رشتہ داروں سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ وہ جائیداد کا بھی وارث نہیں رہتا۔ تو ابو جہل کی

مسلمان بیٹی سے نکاح کرنے کو یہ کہہ کر کیوں منع کیا گیا کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی؟ کیا ام حبیبہ سے جب نکاح ہوا تھا، صفیہ سے جب نکاح ہوا تھا تو کیا وہ اللہ کے دشمنوں کی بچیاں نہیں تھیں؟ اگر تھیں اور آپ نے ان سے نکاح کیا تو علی کو کیوں نہیں کرنے دیا گیا؟

4- پھر چوری پر ایک خاتون کا ہاتھ کاٹتے ہوئے کیوں کہا تھا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ ہوتیں تو چوری کرنے پر ان کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔ لیکن نکاح والے معاملہ میں جب اپنی بیٹی کو تکلیف پہنچی تو جذباتی باتوں سے اس نکاح کو روک دیا گیا۔ اس سے کیا یہ گمان پیدا نہیں ہوتا کہ اگر چوری والی بات بھی اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تو یہ کہہ کر ہاتھ نہ کاٹا جاتا کہ فاطمہ میری بیٹی ہیں اور جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور اس طرح ہاتھ نہ کاٹا جاتا اپنی بیٹی کا؟

کیا باقیوں کی بچیاں جو حضور کے عقد میں تھیں اپنے والدین کے جگر کا گوشہ نہ تھیں؟ کیا حضور کے متعدد نکاح کرنے سے ان کو تکلیف نہ پہنچی ہو گی؟

5- آپ نے کہا کہ رسول کی بیویوں کو بھی اختیار تھا کہ اگر چاہیں تو انہیں چھوڑ دیں تو بھائی چھوڑ بھی دیتیں تو کیا کہیں اور نکاح کر سکتی تھیں؟ نبی کی بیویوں کیلئے کسی اور سے نکاح کرنا بھلا جائز ہی کب تھا؟ انہیں تو ام المومنین کا خطاب ہی اسی لئے دیا گیا تھا۔

6- کیا قران و سنت نے نکاح کی یہ شرط لگائی ہے کہ ہجرت کی گئی ہو؟ کیا ابو جہل کی بیٹی اور ام حبیبہ کے فضائل میں فرق ہونا یہ کہتا ہے کہ بنت ابو جہل کیلئے رسول کے داماد سے نکاح جیسا ایک حلال کام کرنا غلط جبکہ امِ حبیبہ کیلئے یہی کام حضور سے کرنا درست ہے کیوں؟ کیونکہ جی ان کی فضائل میں فرق ہے۔

افلا تعقلون؟"۔

جوابات اور ردِّ شبہات

الجواب بالصواب بفضل الوھاب

اس سے پہلے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات اور حضرت علی و سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما کے نکاح والے معاملہ کی طرف توجہ کی جائے تمہید کے طور پر ایک اہم ترین بات کا سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی بناء اسی پر ہے۔ اسلامی عقیدہ و نظریہ کے مطابق حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے و حکم اور آپکے جملہ ارشادات دینیہ و اجتہادات تمام وحی کے حکم میں شامل میں ۔ آپ ﷺ جو بھی کلام فرماتے ہیں وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی خواہش نہیں ہوتا بلکہ وحی الٰہی ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں اپنے مقدس و معصوم حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی شانِ عظیم من حیث الکلیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾

”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں
مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔“(1)

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر بیان فرما دیا گیا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ

(1) سورۃ النجم:۳-۴

والسلام اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں فرماتے۔ جس کی اپنی خواہش ہو ہی نہ جو کلیتاً خواہش نفس سے پاک ہو تو وہ خواہش نفس سے کیسے بات کرے گا جیسا کہ سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "کیف ینطق عن الھوی من لیس لہ الھوی"؟ پس جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا کلام خواہش نفس سے نہیں ہو گا تو ظاہر ہے وہ پھر اللہ تعالی کی طرف سے ہو گا اور وحی الہی ہو گا۔ جیسا کہ غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے 'التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم' میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔[1]

مفسر قرآن عارف باللہ ابو محمد صدرالدین روزبہان البقلی الشیرازی اپنی تفسیر 'عرائس البیان فی حقائق القرآن' سورۃ النجم کی مذکوہ بالا آیات مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"کیف ینطق عن الھوی من لیس لہ، علۃ الھوی، کان مقدسا عن شوائب الخلیقۃ، منورا بأنوار الحقیقۃ، کان نطقہ نطق الحق، و فعلہ فعل الحق، وقلبہ میدان تجلی الحق، کیف تجری علیہ الخطرات الشیطانیہ والھواجس النفسانیۃ، وکان محفوظا بعین الکلاءۃ وحسن الرعایۃ، ما نطق فھو وحی اللہ، وکلامہ واشارۃ اللہ و الھامہ، جعلہ اللہ مصباح وجودہ فی العالم، وانوار جودہ فی آدم"

(1) کاظمی، علامہ احمد سعید، التبیان العظیم، کاظمی پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان ۲۰۰۸ء، ص ۲۴

"آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی خواہش نفس سے کیسے کلام فرما سکتے ہیں جبکہ آپ کے لیے خواہش نفس کی علت ہی نہیں پائی جاتی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مخلوق میں پائے جانے والے ہر عیب سے پاک اور انوار حقیقت سے منور ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان حق کا فرمان ہے اور آپکا فعل حق کا فعل ہے۔ آپکا دل تجلی حق کا میدان ہے۔ تو وہاں کیسے شیطانی و نفسانی وساوس و خطرات کا گزر ہو سکتا ہے۔ آپ حفاظت والی آنکھ اور رعایت کیے گئے حسن کے ساتھ محفوظ ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو بھی فرمایا وہ اللہ کی وحی اور اسکا کلام ہے اور اللہ ہی کا اشارہ اور اسی کا الہام ہے۔ اللہ تعالی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وجود اقدس کو اس جہان میں چراغ بنایا ہے جس سے کل جہان روشن ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کے جود و کرم کے انوار ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام میں موجود ہیں۔"[1]

اولیائے کبار و عارفین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دل و دماغ میں آنے والے تمام تصورات و خیالات حق ہیں اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہیں جیسا کہ سیدی احمد بن مبارک السلجماسی المالکی غوث زماں سیدی عبد العزیز دباغ شازلی کے ملفوظات پر مشتمل اپنی کتاب 'الابریز' کے الباب الثانی فی بعض الآیات القرآنیہ کے آخری حصہ میں عصمت انبیاء علیہم الصلوۃ

(1) البقلی، ابو محمد صدرالدین روزبہان، عرائس البیان فی حقائق القرآن، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۸ء، جلد ۳، ص ۳۵۶

والسلام سے متعلق ملفوظات عالیہ نقل کرنے کے بعد نتیجہ و ثمرہ کلام کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:

”و بھذا لك ثمرۃ عصمۃ الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام و تعلم ان خواطرھم کلھم حق، و ان وساوسھم کلھا من اللہ تعالی“

”تیرے لیے نتیجہ کلام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی عصمت ہے اور تیرا یہ جان لینا ہے کہ ان کے تمام تر خواطر و خیالات حق ہیں اور اللہ تعالی کی طرف سے ہیں۔“[1]

بحر العلوم علامہ غلام محمد پپلانوی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف 'نجم الرحمن' میں 'مسایرہ' اور اس کی شرح 'مسامرہ' سے بتصرف نقل فرماتے ہیں:

”منع الصوفیۃ و طائفۃ من المتکلمین السھو والنسیان و الغفلات الفترات فی حق النبی ﷺ“

”صوفیاء کرام اور متکلمین نے نبی کریم ﷺ کے حق میں سہو، نسیان اور غفلات کو منع فرمایا ہے۔“[2]

(1) المالکی، احمد بن مبارک السلجماسی، الابریز، النوریہ الرضویہ پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۸ء، ص ۳۰۱

(2) ابن ھمام، امام کمال الدین محمد، المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ، النوریہ الرضویہ پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۹، بتصرف ص ۱۹۵۔
پپلانوی، علامہ غلام محمد، نجم الرحمن، دار الاسلام لاہور ۲۰۱۷ء، ص ۱۲۱

قال: من اهل السنة من منع السهو اصلا فی فعلهﷺ، والیه ذهب ابو المظفر الاسفرائنی من ائمة المحققین، واستدل بالحدیث المار الذی تکلم فیه الحفاظ۔"

" اہل سنت میں سے کچھ حضرات اصلاً حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سہو کی نسبت سے منع فرماتے ہیں جیسا کہ ائمہ محققین میں سے ابو مظفر اسفرائنی اس طرف گئے ہیں۔"(1)

امام عبد الوھاب شعرانی اپنی کتاب 'لطائف المنن' میں فرماتے ہیں:

"اذا صفا القلب صار کالمراۃ الکرۃ المصقولۃ، فاذا قوبلت بالوجود العلوی و السفلی انطبع جمیعہ فلا ینسی بعد ذلک شیئا"(2)

"جب دل صاف ہو جائے تو صیقل کیے ہوئے مدوّر شیشے کی طرح ہو جاتا ہے۔ تو جب اسکو وجود علوی و سفلی کے

---

(1) ابن ابی شریف، کمال الدین محمد بن محمد بن ابی بکر بن علی، المسامرہ، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲۰۰۹، بتصرف ص ۱۹۵-۶
نجم الرحمن، ص ۱۲۲
(2) شعرانی، امام عبد الوہاب، لطائف المنن، الباب الاول: فی امور یجب عند ائمة الطریق فعلها قبل الطریق القوم، ص ۶۷

مدِ مقابل کیا جائے تو سب کچھ اس میں منقش ہو جاتا ہے۔
پھر اس کے بعد وہ کچھ بھی نہیں بھولتا۔"

باقی جو بعض احادیث مبارکہ میں ظاہری صورت سہو وغیرہ کی ملتی ہے، علمائے ظاہر اس کو ذہول پر محمول فرماتے ہیں۔ جیسا کہ بحر العلوم علامہ غلام محمد پپلانوی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ 'نجم الرحمن' میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب حق تو اس کا یہ کہ کان ثم بان اور ذہول پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے، جیسے حافظ ماہر قرآن مثل حافظ فیض احمد دردانہ کے بہت وقت اس کا خیال بھی قرآن شریف کی طرف نہیں ہوتا بہ وجہ اشتغال کاروبار دنیاوی کے، لیکن جس وقت اس سے قرآن کی آیت پوچھی جائے تو تار کی طرح ٹک ٹک آیات بینات بیان کرتا ہے۔ اور موول بہ استغراق ہو سکتا ہے۔[1]

لہذا ذہول عدم علم کی علامت و دلیل نہیں کما صرح الامام احمد رضا فی فتاوی رضویہ۔

یہ تو علمائے ظاہر کا کلام ہے، علمائے باطن انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرف منسوب ایسے معاملات میں فرماتے ہیں کہ اس وقت انبیاء علیہم السلام کی مشاہدہ حق میں حد درجہ مشغولیت کی وجہ سے ایسا ہوتا تھا۔ جیسا کہ الابریز میں متعدد مقامات یہ بحث بیان کی گئی ہے۔

(1) پپلانوی، علامہ غلام محمد گولڑوی، نجم الرحمن، دارالاسلام ۲۰۱۷ء، ص ۱۲۲

یہ تو ہے امام الانبیاء وسید الاصفیاء محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے مزکی و مصفی نفس و قلب کا معاملہ کہ جس کے درجہ عروج و مرتبہ کمال تک پہنچنا محال۔ یہاں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے غلاموں کا یہ معاملہ ہے کہ ان کے تزکیہ نفس کا یہ عالم کہ ان کے تمام اعمال اور حرکات و سکنات ان کے رب کے اذن سے وابستہ ہیں کہ یہ نفوس قدسیہ اپنے ہر عمل میں اپنے رب کی رضا اور اس کا اذن و عدم اذن بطریق الہام معلوم کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> "پس جائز ہے کہ خواص اہل اللہ، اللہ تعالی کے افعال میں اور ذات و صفات کے معارف میں بعضے اسرار و دقائق معلوم کریں، کہ ظاہر شریعت ان معارف سے خاموش ہو۔ اور حرکات و سکنات میں خداوند تعالی کا اذن یا عدم اذن معلوم کر لیں۔ اور خدا تعالی کی مرضی اور عدم کو جان لیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات میں بعض نفلی عبادتوں کا ادا کرنا وہ ناپسند جانتے ہیں اور انکو چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے اور کبھی وہ سونے کو جاگنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکام شریعت اوقات پر مقرر ہیں اور احکام الہامیہ ہر وقت ثبت ہیں۔ اور چونکہ ان بزرگوں کی حرکات و سکنات خدا تعالی کے اذن سے وابستہ ہیں تو لازماً دوسروں کے نوافل ان کے فرائض ہیں مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نفلی حکم ہے اور وہی فعل کسی دوسرے کے لیے بطور الہام

فرض ہے۔“[1]

جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے غلاموں کے نفوس کی طہارت و پاکیزگی کا یہ عالم ہے تو پھر صحابہ اور اس سے اوپر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور پھر ان انبیاء میں سے رسول اور ان میں سے بھی اولوالعزم رسول اور پھر ان کے بھی سردار امام الانبیاء وسید المرسلین حبیب رب العالمین کے مجلی و مصفی و مزکی نفس کی طہارت و پاکیزگی، آپ کی الہامی کیفیت اور اللہ رب العزت کے ساتھ ہم کلامی کا عالم کیا ہو گا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ رب العزت کے اذن کے بغیر کوئی کلام فرمائیں یا کوئی رائے یا حکم ارشاد فرمائیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے امور دینیہ و احکام شرعیہ سے متعلقہ احکام میں سے کچھ احکام وہ ہیں جو آپ نے اپنی رائے و اجتہاد سے فرمائے ہیں مفسرین و محققین کے نزدیک وہ بھی وحی الٰہی کے حکم میں داخل ہیں۔ یہی ائمہ محققین کا مختار مذہب ہے۔[2] کیونکہ ان کے نزدیک آیت مبارکہ ﴿وما ینطق عن الھوی﴾ اپنے عموم پر ہے۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ’تفسیر روح المعانی‘ میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ آیت مبارکہ ﴿وما ینطق عن الھوی﴾ اپنے عموم پر ہے اور مزید یہ کہ ان کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کا اجتہاد بھی وحی کے واسطہ سے ہوتا ہے۔[3] اس

---

(1) مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی مترجم، علامہ محمد سعید احمد نقشبندی، پروگریسو بکس، ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۰۵-۶

(2) ابوالخیر سید حسین الدین، ھدیۃ الاحباب، ضیاء العلوم پبلی کیشنز، راولپنڈی ۲۰۱۲ء، ص ۱۳۱

(3) آلوسی، علامہ سید محمود، روح المعانی، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ، جلد ۲۷، ص ۲۷

موقع پر سید محمود آلوسی نے قاضی بیضاوی کا اعتراض نقل کیا ہے کہ اس طرح آپ کا اجتہاد وحی کے سبب سے ہو گا خود وحی نہیں ہو گا اور پھر اس اعتراض کے بعد صاحب الکشف کا انتہائی خوبصورت جواب بھی نقل کیا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ظن کے مطابق کوئی حکم ہو گا تو اللہ رب العزت ہی کا حکم ہو گا یعنی ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالی اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے دل میں ڈالے تو وہ اللہ ہی کی مراد ہو گی تو یوں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اجتہاد حقیقتاً وحی ہی ہو گا۔[1]

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اجتہاد کو وحی قرار دیتے ہوئے صدر الشریعہ علامہ عبید اللہ بن مسعود علیہ رحمۃ الودود اپنی کتاب 'توضیح' میں فرماتے ہیں:

"واللہ تعالی اذا سوغ له الاجتهاد كان الاجتهاد و ما يستند اليه و هو الحكم الذى ظهر له بالاجتهاد وحيا لا نطقا عن الهوى۔"

"اور اللہ تعالی نے جب آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمادی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا اجتہاد اور جو اس کی طرف مسند ہے اور وہ حکم جو اجتہاد سے آپ کے لیے ظاہر ہوا وحی ہو گا نہ کہ اپنی خواہش سے کیا گیا کلام۔"[2]

---

(1) سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۸ء، جلد ۱۱، ص ۴۸۳
(2) عبید اللہ بن مسعود، توضیح مع التلویح، الرکن الثانی فی السنۃ فصل فی الوحی، مطبوعہ نور محمد کراچی، ۱۴۰۰ھ، ص ۴۴۵

اللہ رب العزت نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو براہ راست قرآن پاک کے ذریعے کثیر علم سے نوازااور قرآن پاک اللہ پاک کی وہ کتاب ہے کہ جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

"اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان۔"[1]

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ قرآن ہر چیز کا تبیان ہے اور تبیان اس واضح اور روشن بیان کو کہتے ہیں جس میں اصلا پوشیدگی نہ رکھے۔[2]

اسی طرح سورہ الانعام میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾

"اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔"[3]

﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾

---

(1) سورۃ النحل:۸۹

(2) قادری، امام حمد رضا، انباء الحی: ترجمہ قرآن ہر شے کا بیان، مترجم علامہ محمد عیسیٰ رضوی، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ۲۰۱۱ء، ص۴۱

(3) سورۃ الانعام:۵۹

"ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔"[1]

﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّ كَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾

"ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔"[2]

ان تمام آیات مبارکہ میں موجود تفصیل و بیان اپنے عموم پر ہے کہ قرآن پاک میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلا ابدا جمیع کوائن و حوادث بالاستیعاب موجود ہیں،[3]

پس ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور جبکہ شے کی تعریف ہی یہ ہے کہ ہر موجود کو کہتے ہیں تو اس میں جملہ موجودات شامل ہو گئے۔ تو لازم ہے کہ عرش سے فرش تک اور شرق سے غرب تک تمام حالتیں و حرکات و سکنات اور دلوں کے ارادے و خطرات اور سمندروں کا پانی و صحراؤں کے ذرات حتی اللوح المحفوظ کل شامل فیھا کل الموجودات ان تمام کا روشن بیان اور ان موجودات کا تفصیلی علم قرآن پاک میں موجود ہو۔ جیسا کہ امام احمد رضا قادری نے اپنی تصنیف "انباء الحی ان کلامه المصون تبیان لکل شئ" میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔[4]

---

(1) سورۃ الانعام: ۳۸

(2) سورۃ القمر: ۵۳

(3) بریلوی، امام احمد رضا، العطایۃ النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن ۲۰۰۲ء/۱۴۲۳ھ، جلد ۲۲، ص ۶۱۸

(4) قرآن ہر شے کا بیان، ص ۴۱-۴۲

اور قرآن پاک اللہ پاک کی وہ کتاب ہے کہ اس میں اگلی پچھلی ہر خبر اور حکم موجود ہے۔ جیسا کہ سنن دارمی و جامع ترمذی میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حدیث پاک مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم و خبر ما بعد کم وحکم ما بینکم"

"قرآن اللہ پاک کی وہ کتاب ہے کہ اس میں ہر وہ خبر ہے جو تم سے پہلے ہے اور ہر وہ خبر ہے جو تمہارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمہارے درمیان ہے۔"(1)

لہذا اللہ رب العزت نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر قرآن پاک نازل فرمایا تو ساتھ ہی قرآن پاک کے کثیر علوم بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمادیے۔ قرآن پاک کہ جس کے علوم غیر متناہی ہیں اس میں اللہ تعالی کی کنہ و حقیقت اور غیر متناہی غیوب کے علوم جو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہیں ان کے سوا جتنے علوم ہیں سب اللہ رب العزت نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمائے۔(2)

اس سے ثابت ہوا کہ حدیث مبارکہ میں بھی جو خبریں ، احکام اور ارشادات عالیہ بیان ہوئے ہیں ان سب کا بیان قرآن پاک میں موجود ہے ان کا

(1) جامع ترمذی، ابواب فضائل قران سنن دارمی، حدیث: ۳۳۳۴
(2) قرآن ہر شے کا بیان، ص ۹۵، ۱۱۲

منبع ومصدر کلام اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ سیدی امام احمد رضا قادری آل رسولی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

”تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کہ کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔“(1)

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾(2)

”ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھادیا ہے اس کی روشنی میں۔“

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا آیت مبارکہ نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

”تو حضور کا جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے ﴿انّ الی ربك المنتھی﴾ (یقیناً تمہارے پروردگار کی طرف ہی ہر کام کی

---

(1) فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن ۲۰۰۲ء/۱۴۲۳ھ، جلد ۲۲، ص ۶۲۸

(2) سورۃ النساء: ۱۰۵

انتہاء ہے)[1] سب قرآن عظیم میں ہے: ﴿ان هو الا وحی یوحی﴾ (وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی گئی)[2]"[3]

حدیث نبوی کے وحی ہونے پر دلیل کے طور پر یہاں پر صحیح مسلم کی حدیث کا ایک حوالہ دے دینا کافی ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عمرہ کے احرام سے متعلق سوال پوچھا۔ اسی وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی اور آپ پر کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ اس پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت یعلی رضی اللہ تعالی عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم وحی کے نازل ہونے کی کیفیت دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھ لو۔ پس حضرت یعلی رضی اللہ تعالی عنہ نے کپڑے میں میں اپنا سر داخل کیا اور نزول وحی کی کیفیت کا مشاہدہ کیا اور پھر نزول وحی کی کیفیت ختم ہونے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے سائل کو بلا کر اس کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا:

"اغسل عنك اثر الصفرة او قال اثر الخلوق و اخلع عنك جبتك واصنع فی عمرتك ما انت صانع فی حجك"

" اپنے جسم سے زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو، جبہ اتار دو اور

---

(1) سورۃ النجم: ۴،۳

(2) سورۃ النجم: ۴

(3) العطایۃ النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، جلد ۲۲، ص ۶۲۰

عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو۔[1]

حالانکہ یہ حکم وحی الٰہی ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہوا ہے اس کے باوجود اس وحی کی قران مجید میں تلاوت نہیں ہوتی اسی لیے اسکو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔[2]

مذکورہ بالا تمہید سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ رسول اللہ کا حکم در اصل حکم الٰہی و وحی الٰہی ہے۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے چار سے زائد شادیاں کیں تو یہ حکم الٰہی ہے، عام مومنین کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے تو یہ بھی وحی الٰہی ہے اور اگر حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت فاطمہ کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق کسی اور عورت سے شادی کرنے کی اجازت نہیں تو یہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ اور اللہ تعالی بہترین جاننے والا ہے کہ اس نے اپنے کس بندے کو کیا حکم دینا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان خود اپنے لیے وہ چیز پسند کرے جو کہ ظاہری طور پر اس کو خوش نما محسوس ہو رہی ہو لیکن حقیقت میں اس کے لیے نقصان دہ ہو۔ جیسا کہ رب حکیم قرآن کریم میں فرماتا ہے:

﴿وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(1) سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۷ء، ص ۲۴۶
(2) ایضاً

”قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“(1)

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾

” اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اکثر معاملات میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“(2)

لہذا اللہ پاک ہی سب سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندے کے لیے کیا فائدہ مند اور کیا نقصان دہ ہے اور مزید یہ کہ دین اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا نام ہے۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کوئی حکم فرما دیں تو

(1)سورۃ البقرۃ:۲۱٦
(2)سورۃ الحجرات:۷

مسلمان پر فرض ہے کہ دل وجان سے اس حکم کو تسلیم کرے کہ یہی اسلام ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔"[1]

لہذا یہ کہنا کہ:

"مسئلہ تب پیدا ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کے داماد علی رضی اللہ تعالی عنہ (چار شادیوں والے) اس دینی حکم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔الخ"

یہ انتہائی جاہلانہ اور باطل سوچ ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ چار شادیوں والا حکم بمعنی اجازت وبشرط عدالت ہے کہ اگر ایک عام مسلمان عدل کر سکتا ہو اور اس کو ناانصافی کا کوئی خوف نہ ہو تو اس صورت میں اس کو ایک وقت میں چار شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر مسلمان پر چار شادیاں کرنا فرض ہے۔ مزید یہ کہ حضور ﷺ کے اس فیصلہ کو دیکھ کر جاہلوں کی طرح یہ

(1)سورۃ الاحزاب:۳۶

قیاس آرائیاں کرنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کی تکلیف دیکھ کر حضرت علی کو دوسری شادی سے منع فرمادیا تو جو آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا تو اگر کبھی کوئی ایسا موقع آتا تو آپ ﷺ اپنی بیٹی فاطمہ کی تکلیف دیکھ کر قانون بدل دیتے اور انکا ہاتھ نہ کاٹتے جیسا کہ حضرت علی کی دفعہ اپنی بیٹی کی تکلیف کی وجہ سے انکو دوسری شادی سے روک دیا۔ یہ قیاس بھی انتہائی احمقانہ ہے۔ کیونکہ کہاں ایک گھریلو اور انفرادی معاملہ جس میں گھر والوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ جیسے چاہیں وہ اسکو حل کر لیں اور کہاں معاشرتی عدل و انصاف (Social Justice) اور حدود اللہ کا معاملہ کہ جہاں انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق ہی اس معاملہ کا عدل کے ساتھ فیصلہ کرے۔ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما کا معاملہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت علی کے گھر کا ذاتی وانفرادی معاملہ ہے اس مسئلہ کا تعلق معاشرے کے عدل(Social Justice) یا حدود اللہ کے ساتھ نہیں ہے۔ لہذا حضور ﷺ اپنے گھرانے کے سربراہ ہونے کے ناطے بھی حضرت علی کو نکاح سے منع فرماتے ہیں تو یہ انکا حق ہے وہ جیسا بہتر سمجھیں گے اپنے گھر والوں کے لیے وہی فیصلہ کریں گے۔

باقی عملی طور پر اجتماعی عدل و انصاف کی عظیم مثال اس واقعہ میں دیکھی جا سکتی ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا انتہائی تکلیف کی حالت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں غلام حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئیں کہ مسلسل چکی پیسنے سے انکے ہاتھوں میں چھالے پڑ چکے تھے جو پھوٹ کر

زخم بن چکے تھے لیکن قربان جائیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عدل و انصاف پر کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ پر دوسرے مسلمانوں کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو انکار فرمادیا۔(1) لہذا معترض کا یہ کہنا کہ "کبھی حضرت فاطمہ پر کوئی ایسا موقع آتا تو حضور ﷺ اپنی بیٹی فاطمہ کی تکلیف دیکھتے ہوئے انصاف نہ کرتے۔" یہ صریح کذب اور بہتانِ عظیم ہے۔

دوسری بات کہ جب دین نام ہی اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کے حکم کا ہے تو حضرت علی کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرسکتے۔ اور اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں کہ حقیقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے کونسا عمل فائدہ مند ہے لہذا ان کو وہی حکم دیا گیا۔

معترض نے سوال میں جو حدیث کا حوالہ بیان کیا ہے وہ بھی غلط ہے اور جو اپنے زعمِ فاسد میں واقعہ کی منظر کشی کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرام کو ایک باقاعدہ خطبہ دے کر ایک خاص قسم کی جذباتی فضا تیار کی اور حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو اس نکاح سے مجبور کر کے روک دیا انتہائی باطل منظر کشی ہے۔ معترض تاریخ اسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کردار سے یکسر جاہل و بے خبر ہے کہ صحابہ کرام کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت کا کیا عالم تھا اور کس طرح وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک حکم پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے اور اسکو اپنے لیے باعث سعادت

(1) مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب، مایقول عندالصباح، والمساء، والمنام، حدیث:۲۳۸۷

سمجھتے تھے۔لہذا حضور ﷺ کو ایسی جذباتی فضا تیار کرنے کی قطعا حاجت نہ تھی۔ کسی بھی کام کے لیے فقط ان کا ایک اشارہ ہی کافی تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اس پر عمل کے لیے دل وجان سے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ "رسول اللہ ﷺ کا فرمانا کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک گھر میں نہیں رہ سکتیں تو ابو سفیان کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں کیوں رہیں کیونکہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا سے حضور ﷺ کا نکاح ٦ ہجری میں ہوا جبکہ ابوسفیان ٨ ہجری میں ایمان لائے۔"تو اسکا جواب یہ کہ معترض ہر دفعہ ایک ہی غلطی کر رہا ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس کر رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ ایک نبی ہیں بلکہ امام الانبیاء ہیں اور حضرت علی ان کے ایک امتی ہیں۔لہذا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو ان پر قیاس کرنا باطل۔

دوسری بات کہ رسول اللہ ﷺ کو ابوجہل کے ازلی شقی وبدبخت ہونے کا اور ابوسفیان کے ازلی سعید ہونے کا علم بعطائے الٰہی ہو چکا تھا اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ابوجہل کو خاص اللہ کا دشمن کہہ کر خطاب فرمایا اور ابوسفیان کی بیٹی سے شادی کرلی۔مزید یہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تو کمال انصاف فرماتے ہوئے حضرت علی کو اجازت عطا فرمادی کہ اگر وہ پھر بھی ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہیں تو وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو طلاق دے کر کرلیں ۔مگر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ ﷺ کے باوفا صحابی اور داماد تھے اس لیے انہوں نے حضور ﷺ کا فیصلہ سننے کے بعد دل و جان سے اس فیصلہ کو قبول فرمایا۔

تیسری بات یہ کہ ابو جہل نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا ازلی دشمن ہونے کے باوجود حضرت علی کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرنے کی اجازت خود جو رسول اللہ ﷺ سے مانگی ہے اس میں بھی واضح اشارہ ہے کہ شادی کے پس پردہ ابو جہل اپنے کچھ مقاصد فاسدہ رکھتا تھا جیسا کہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ:

"مجھے خوف ہے کہ اسکے (فاطمہ) کے دین میں کوئی فتنہ ڈالا جائے گا۔"[1]

اس سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابو جہل اللہ کا دشمن ہونے کی وجہ سے اس نکاح کے پس پردہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ بھلائی کی نیت نہیں رکھتا تھا اور انکو نقصان پہنچانا چاہتا تھا اس لیے آقا ﷺ نے اللہ رب العزت کی قسم اٹھا کر یہ حکم و خبر بیان فرما دی کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

اب رہی بات معترض کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعدد نکاح کرنے کے حوالے سے سوالات تو وہ بھی انتہائی کمزور اور بھونڈی دلیلوں پر مشتمل ہیں۔ ایسے سوالات ڈارون و کارل مارکس کی طرح اک مادہ پرست عقل والا اور جذبہ محبت و روحانیت سے عاری انسان ہی کر سکتا ہے جس کو بالکل اندازہ نہیں کہ محبت کیا شے ہے اور ایمان و روحانیت کسے کہتے ہیں۔ اور جب وہ ان سب باتوں سے کلیتاً جاہل ہے تو اس کا ان معاملات میں اعتراض کرنا فی نفسہ اک باطل و مذموم فعل ہے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل فاطمہ بنت النبی ﷺ، حدیث:٦١٨٧

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید و فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝﴾

"نبی کے لیے کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمادی۔ اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔"[1]

علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"یعنی انبیا علیہم السلام کو باب نکاح میں وسعتیں دی گئیں کہ دوسروں سے زیادہ عورتیں ان کے لیے حلال فرمائیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیبیاں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں۔ یہ ان کے خاص احکام ہیں، ان کے سوا دوسروں کو روا نہیں، نہ کوئی ان پر معترض ہو سکتا ہے۔"[2]

معترض کے بقول "حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعدد نکاح فرمانے پر دیگر

---

(1) سورۃ الاحزاب: ۳۸

(2) مراد آبادی، سید نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان، مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ کراچی، ص ۷۸۳

بیگمات کو تکلیف نہ ہوتی ہو گی ؟ تو ان کی تکلیف کا خیال کیوں نہ رکھا گیا جیسا کہ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کی تکلیف کا خیال رکھا گیا۔ اور خود کو فقط ایک زوجہ تک محدود کیوں نہ رکھا۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے معاملہ کو حضرت فاطمہ کے معاملہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق [1] ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام امام الانبیاء ہیں ان کے لیے اللہ تعالی کے احکام مختلف ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک امتی ہیں اور اس حیثیت سے انکے لیے دیگر احکام ہیں۔ کسی کو کیا حق کہ وہ خالق ومالک اللہ رب العزت کے اپنے بندوں کو دیئے گئے احکام پر اعتراض کرنے کی جرأت کرے۔ باقی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تمام ازواج مطہرات نے حضور ﷺ کے اس اختیار کو جانتے ہوئے بھی کہ اللہ رب العزت کے حکم سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام چار سے زائد جتنی چاہیں شادیاں کر سکتے ہیں پھر بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح میں آنے کو اپنے لیے سعادت سمجھا اور خوشی خوشی حضور کے نکاح میں آئیں کیونکہ اس میں انکے لیے سعادت دارین تھی کہ امہات المومنین کو حضور ﷺ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے دو جہاں میں اللہ تعالی نے وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ دیگر صحابیات کو بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ دیگر عام مومنات۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ [2]

(1) بدون علت، مناسبت اور اشتراک ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوتا ہے۔
(2) سورۃ الاحزاب: ۳۲

”اے نبی کی بیبیو! تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو۔“

یعنی تمہارا مقام و مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور تمہارا اجر بھی سب سے بڑھ کر ہے، جہان کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں۔[1]

تو ملحدین و مستشرقین کا یہ کہنا کہ ”حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ازواج مطہرات کی تکلیف کا خیال نہ رکھا“ انتہائی احمقانہ سوچ ہے کہ حضور ﷺ نے تو ان کے ساتھ نکاح فرما کر انکو سعادت دارین اور دو جہاں کی نعمتوں، عظمتوں اور خوشیوں سے مالا مال فرما دیا ہے اور تم کہتے ہو کہ انکی خوشی کا خیال نہیں۔ یہاں تو ازواج مطہرات کی خوشی ہی خوشی ہے آپ ﷺ کا ساتھ اور رفاقتیں اور دو جہاں کی سعادتیں ہیں یہاں تکلیف اور دکھ ان کے لیے کہاں سے آگیا۔ دراصل معترض یہاں بھی اپنی مادہ پرست جہالت ظاہر کر گیا اور بھول گیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خوشی میں ہی ازواج مطہرات کی خوشی ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت میں انکا سب کچھ قربان ہے اور بنیادی بات یہ کہ وہ جانتی تھیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ پاک کے حکم سے اور دین اسلام کی اشاعت و دیگر متعدد مصالح اور حکمتوں کے تحت متعدد نکاح فرمائے ہیں۔ بعض عورتوں کی بے کسی پر رحم فرما کر نکاح فرمایا تو بعض عورتوں کے اعزاز و اکرام کو بچانے کی خاطر اور بعض عورتوں سے اس لیے نکاح فرمایا کہ وہ رنج والم اور دکھ درد سے نڈھال ہو چکی تھی ان سے نکاح فرما کر حضور علیہ الصلوۃ

---

(1) مرادآبادی، سید نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان، ملاحظہ ہو آیت: ۳۲ کا حاشیہ، مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ کراچی، ص ۷۸۰

والسلام نے انکے زخموں پر مرہم رکھا اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے دین اسلام کی اشاعت اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ذریعے عورتوں میں شریعت اسلامیہ کی تعلیم کو عام کرنا تھا۔[1] کیونکہ یہ تمام راحتیں اور حکمتیں ازواج مطہرات کے پیش نظر بھی تھیں، اس لیے بھی انہوں نے اللہ تعالی کے اس حکم اور رسول اللہ ﷺ کے اس عمل مبارک کو تہہ دل سے قبول کیا اور پورے ذخیرہ کتب احادیث میں کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی کہ ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ نے کہا ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح فرمانے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں تو نبی کریم ﷺ انکی تکلیف کو دور کرنے کے لیے ان سے نکاح فرمارہے ہیں اور جاہل ملحدین کتنی ڈھٹائی سے اپنے شاطرانہ جملوں سے مومنین کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے افترا باندھ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی تکلیف کا احساس نہ رکھا۔ **لعنة الله على الكاذبين۔**

باقی رہا معاملہ کسی ایک آدھ ایسی روایت کا جس میں کسی زوجہ کا Possesivenes والا یا کوئی جذباتی رویہ سامنے آیا ہو تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ: 'حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعدد نکاح فرمانے سے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو تکلیف ہوتی تھی اور اسی سبب سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ سوکنوں والا فطری رویہ رکھتی تھیں؟' یہ جذباتی رویہ تو ان کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ محبت کی دلیل ہے۔ لیکن معترض نے اس کو اپنے زعم فاسد میں تکلیف کی دلیل بنادیا۔

---

(1) اعظمی، علامہ عبدالمصطفی، جنتی زیور، مکتبۃ المدینہ کراچی ۲۰۱۵ء، ص ۴۰۸

ازواج مطہرات انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مرتبہ پر فائز عظیم خواتین اسلام تھی۔ حسد، بغض، کینہ وغیرہ سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ محبت، سخاوت، صداقت اور قناعت جیسے عظیم اخلاق حسنہ کی پیکر تھیں۔ ان کے عظیم اخلاق حسنہ کے بارے میں سیرت کی کتابوں کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں، کوئی لاعلم ہے تو اس طرف رجوع کرکے اپنی کم علمی اور جہالت دور کرے۔ ان کی پوری زندگی جو کہ اخلاق حسنہ سے تعبیر ہے اس میں سے کوئی ایک آدھ ایسا واقعہ جو کہ جذبہ غیرت و محبت سے مغلوب ہو کر ان سے سرزد ہو گیا یہ ان کے اخلاق حسنہ کی نفی نہیں کرتا۔ کیونکہ اخلاق کی تعریف ہی یہی ہے:

"خلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جس کی بنا پر اچھے یا بُرے کام بآسانی سرزد ہوتے ہیں۔"[1]

انسان سے کبھی کبھار کوئی فعل سرزد ہو جائے تو وہ فعل علماء کے نزدیک انسان کے اخلاق کا حصہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ ملکہ نفسانیہ ایسی راسخ کیفیت کا نام ہے کہ انسان ہر وقت اسی کیفیت کے مطابق اعمال سرانجام دیتا رہتا ہے اور اس کے لیے وہ اعمال سرانجام دینا مشکل نہیں ہوتا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 'تفسیر کبیر' میں اخلاق حسنہ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

"الخلق ملكة نفسانية يسهل على المتصف بها الاتيان بالافعال الجميلة"

---

(1) قادری، علامہ عبدالحکیم شرف، مقالات سیرت طیبہ، مکتبہ قادریہ لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۸۲

"خلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جس کے ساتھ اعمال حسنہ باآسانی سرزد ہوتے ہیں۔"(1)

دراصل تمام صحابہ کی طرح امہات المومنین میں سے بھی ہر ایک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا قرب اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھیں اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی توجہ اور رحمت کی طلب گار تھیں۔ اسی توجہ کے حصول کے لیے جذبہ محبت میں بعض اوقات کسی ام المومنین سے کوئی ایسا واقعہ سرزد ہو گیا تو موٹی اور مادہ پرست عقل نے اس کو تکلیف اور سوکن والے فطری رویہ کی طرف پھیر دیا۔ اس نے یہ نہ دیکھا کہ یہ ازواج کس کی ہیں اور ایمان و اخلاق حسنہ اور تسلیم و رضا کے کس مرتبہ پر فائز ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے متعدد نکاح کرنے کی وجہ سے ازواج مطہرات کو تکلیف ہوتی تھی اور اسی تکلیف کی وجہ سے ان کا آپس میں سوکنوں والا فطری رویہ تھا۔" اس اعتراض کا حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔

معترض نے چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی مثال دے کر سوال کیا ہے اس لیے جواب کے طور پر ذیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ہی کی دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جس سے ازواج مطہرات کی آپس میں محبت اور حسن سلوک کا اندازہ ہو جائے گا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

(1) رازی، امام فخر الدین، تفسیر کبیر ج۸، ص۱۸۵

تعالی عنہا ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں فرمایا کرتی تھیں:

”ما رَاَیتُ امرَاَۃً احب الیّ ان اکون فی مِسلاخھا من سودۃ بنت زمعۃ“

”میں نے ایسی عورت نہیں دیکھی کہ جس کے طریقہ پر ہونا مجھے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالی عنہا کے طریقہ پر ہونے سے زیادہ محبوب ہو۔“(1)

اسی طرح جب خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر منافقین نے بہتان لگایا تو ام المومنین حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالی عنہا نے سوکن ہونے کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ:

”واللہ ما علمت الّا خیرا“

”اللہ کی قسم! میں ان میں خیر ہی خیر دیکھتی ہوں۔“(2)

انہی زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے وصال پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

”ولم ارا امرۃ قط خیرا فی الدین من زینب، واتقی للہ،

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا، حدیث:۱۴۶۳

(2) صحیح بخاری، کتاب المغازی، ،باب حدیث افک، حدیث:۴۱۴۱

ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب حدیث إفک، حدیث:۴۱۴۱

واصدق حديثا، واوصل للرحم، واعظم صدقة واشد ابتذالا لنفسها في العمل الذی تصدق به وتقرب به الی الله تعالی"

"میں نے زینب سے بڑھ کر دین دار، اللہ تعالی سے ڈرنے والی، سچی بات کہنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ و خیرات کرنے والی، بہت زیادہ تواضع کرنے والی اور اپنے اعمال کو کم سمجھنے والی خاتون نہیں دیکھی۔"[1]

حضرت زینب کا جب وصال ہوا تو حضرت عائشہ کو اس کا بہت دکھ ہوا اور آپ نے شاندار الفاظ میں حضرت زینب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایک قابل تعریف اور فقید المثال خاتون چل بسی جو یتیموں اور بیواؤں کی پناہ گاہ تھیں۔" آپ کے وصال کے موقع پر حضرت عائشہ روتی جاتی تھیں اور حضرت زینب کے لیے دعائے رحمت کرتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ زینب ایک نیک خاتون تھیں۔[2]

یہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں:

"فما راینا امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومها منها"

"قوم پر خیر برکت لانے والی کوئی عورت ہم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔"[3]

(1) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فی فضائل عائشۃ، حدیث:۲۴۴۲
(2) بغدادی، ابو عبد اللہ محمد بن سعد ہاشمی، الطبقات الکبری، دار الکتب علمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ، ص ۹۱
(3) سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب فی بیع المکاتب، حدیث:۳۹۳۱

مندرجہ بالا تمام روایات سے واضح طور امہات المومنین کی آپس میں محبت اور حسنِ سلوک کا پتا چلتا ہے۔ ماننے والے کے لیے اتنا بیان ہی کافی وشافی ہے اور نہ ماننے والے کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی، ورنہ اس حوالے سے مزید بھی بہت سے واقعات اور مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں جو کہ ازواج مطہرات کے آپس میں محبت و حسن سلوک پر روشن دلیل ہیں۔ پس اللہ تعالی کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ارشاد الٰہی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حکم حکم الٰہی و وحی الٰہی ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو بھی عمل کرتے ہیں اللہ تعالی کے حکم سے کرتے ہیں۔ اور اللہ علیم و خبیر ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنے بندے کو کیا حکم دینا ہے اور اللہ پاک جس کو چاہتا ہے اپنے حکم کی حکمتوں کا علم عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو وہ کثیر علم عطا فرمایا کہ لوح محفوظ بھی آپ کے علم کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جیسا کہ امام بوصیری نوراللہ مرقدہ 'قصیدہ بردہ' میں فرماتے ہیں:

فإنّ من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم [1]

"یارسول اللہ! آپ کی سخاوت اور بخشش میں سے دنیا اور آخرت ہیں
اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا کچھ حصہ ہے۔"

محمد کاشف اقبال سروری قادری

(استاد شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف گجرات)

۲۶ رمضان لمبارک ۱۴۴۰ھ / یکم جون ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ

---

(1) بوصیری، امام محمد شرف الدین، قصیدہ بردہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۲۷۷

مصادر و مراجع

۱۔ القران الکریم، کلام اللہِ القدیم

۲۔ آلوسی، علامہ سید محمود، روح المعانی، دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ

۳۔ ابن ھمام، امام کمال الدین محمد، المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی لا آخرۃ، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲۰۰۹ء

۴۔ ابن ابی شریف، کمال الدین محمد بن محمد بن ابی بکر بن علی، المسامرہ، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲۰۰۹ء

۵۔ المالکی، احمد بن مبارک السلجماسی، الابریز، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲۰۱۸ء

۶۔ ابوالخیر سید حسین الدین، ھدیۃ الاحباب، ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی ۲۰۱۲ء

۷۔ اعظمی، علامہ عبدالمصطفی، جنتی زیور، مکتبۃ المدینہ کراچی ۲۰۱۵ء

۸۔ بریلوی، امام احمد رضا، العطایۃ النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، رضا فاؤنڈیشن ۲۰۰۲ء/۱۴۲۳ھ

۹۔ بریلوی، امام حمد رضا، انباء الحی: ترجمہ قرآن ہر شے کا بیان، مترجم علامہ محمد عیسی رضوی، مکتبہ اعلی حضرت لاہور ۲۰۱۱ء

۱۰۔ بخاری، امام محمد بن اسمعیل، صحیح البخاری، دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۸ھ

۱۱۔ البقلی، ابو محمد صدرالدین روزبہان، عرائس البیان فی حقائق القرآن، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۸ء

۱۲۔ بغدادی، ابو عبداللہ محمد بن سعد ہاشمی، الطبقات الکبری، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۰ھ

۱۳۔ بوصیری، امام محمد شرف الدین، قصیدہ بردہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۵ء

۱۴۔پپلانوی، علامہ غلام محمد، نجم الرحمن، دارالاسلام لاہور ۲۰۱۷ء
۱۵۔ترمذی، امام محمد بن عیسی ترمذی، جامع ترمذی، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۹ھ
۱۶۔تبریزی، علامہ ولی الدین، مشکاۃ المصابیح، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۸ھ
۱۷۔رازی، امام فخر الدین، تفسیر کبیر، دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
۱۸۔سجستانی، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۸ھ
۱۹۔سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۸ء
۲۰۔سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۷
۲۱۔شعرانی، امام عبد الوہاب، لطائف المنن، دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۲۔قسطلانی، امام شہاب الدین احمد بن محمد، ارشاد الساری، دارالفکر بیروت ۱۴۲۷ھ
۲۳۔قادری، علامہ عبد الحکیم شرف، مقالات سیرت طیبہ، مکتبہ قادریہ لاہور ۲۰۰۶ء
۲۴۔کاظمی، علامہ احمد سعید، التبیان العظیم، کاظمی پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ انوار لعلوم ملتان ۲۰۰۸ء
۲۵۔امام عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن دارمی، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۵ھ
۲۶۔عبید اللہ بن مسعود، توضیح مع التلویح، الرکن الثانی فی السنۃ، فصل فی الوحی، مطبوعہ نور محمد کراچی، ۱۴۰۰ھ
۲۷۔مرادآبادی، سید نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان، مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ
۲۸۔مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی مترجم، علامہ محمد سعید احمد نقشبندی، پروگریسو بکس، ۲۰۱۲ء
۲۹۔نیشاپوری، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۹ھ

ISBN: 978-969-7926-05-2

9 789697 936052
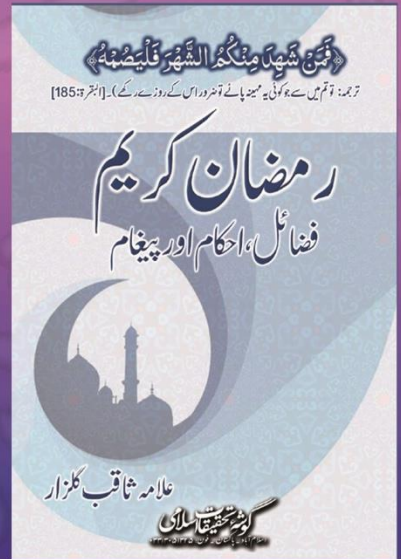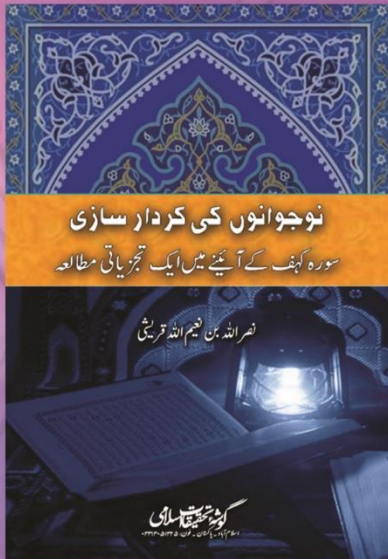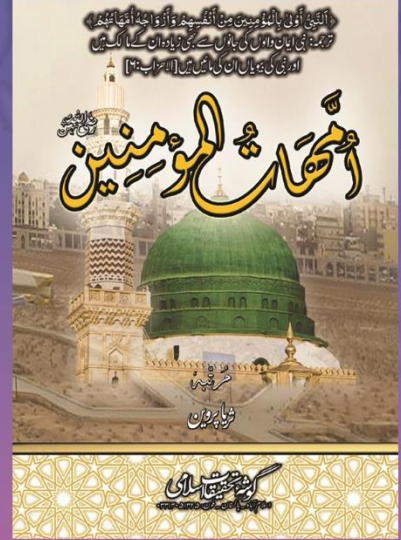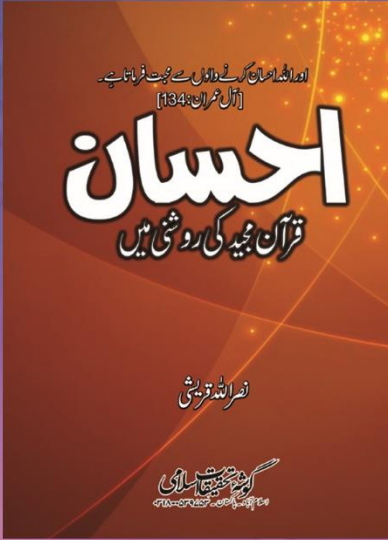
OFFICE NO: 04, WAQAR PLAZA, MUSLIM MARKET
STREET NO: 67, F10/3, ISLAMABAD-PAKISTAN
+92 0318 0539753 GTIslami@gmail.com Facebook.com/GTISlami